مسلمانوں کے خلاف نفرت وتعصب اور نا انصافی آخر کب تک؟

ڈاکٹر محمد منظور عالم

گذشتہ 2/3 دہائیوں بالخصوص امریکا میں ہوئے 9/11 کے بعد مسلمانوں کے خلاف جو ماحول بنا اس میں ان کے خلاف نفرت اور تعصب کی فضا کو پروان چڑھایا گیا، دہشت گردی کے نام پر نا انصافی کو بڑھایا گیا، ملک کے دستور سے کھلواڑ کر کے قانون کی پامالی کی گئی ۔اس معاملے میں تمام حکومتیں چاہے وہ سیکولر پارٹیوں کی ہی کیوں نہ ہو، شامل ہیں۔افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کھلے طور پر مسلم نوجوانوں کو مختلف ناموں سے گرفتار کیا جا رہا ہے اور کئی معاملوں میں تو دیکھا گیا ہے کہ ان نوجوانوں کو زبردستی اٹھالیا جاتا ہے۔

پولیس کے اس رویہ پر قدغن لگانے اور انھیں نظم وضبط کا پابند بنانے کے مقصد سے سپریم کورٹ نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ پولیس ریفارم کرے۔لیکن ابھی تک اس فیصلے پر ریاستی حکومتوں نے کوئی پہل نہیں کی ہے۔آخر حکومت کو اور کیا ثبوت چاہیے، کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آئی جی پولیس خود اس بات کا اعتراف کر رہے کہ مسلم نوجوانوں کو بے گناہ پھنسایا جارہا ہے۔آر ڈی نمیش کمیشن کی رپورٹ بول رہی ہے لیکن اس کے باوجود اتر پردیش کی ریاستی حکومت کے ذریعہ پولیس ریفارم کا نہ کرنا عدل وانصاف کا خون ہے۔

ریاست میں سماجوادی پارٹی کو جس جوش وخروش سے مسلمانوں نے ووٹ دیکر کامیاب کرایا تھا اس کے محض ایک سال کے دور اقتدار میں تقریباً تین درجن فسادات ہو گئے۔پولیس حراست میں رہنے کے باوجود خالد مجاہد کی پُراسرار انداز میں موت واقع ہوئی۔ان کے وکیل نے اسے ہلاکت قرار دیا جبکہ وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو کہتے ہیں کہ اس کی موت بیماری سے ہوئی۔اگر وہ بیمار تھا تو اس کا علاج کیوں نہیں کرایا گیا؟ویسے جیل سپرنٹنڈنٹ کا بھی یہی بیان آیا تھا کہ وہ بیمار نہیں تھا۔ملک کی سیکولر پارٹیوں جن میں کانگریس، سماجوادی، بہوجن سماج پارٹی اور ترنمول کانگریس وغیرہ شامل ہیں مسلمانوں کو ملک کی ترقی سے دور رکھنا ضروری کیوں سمجھتی ہیں جبکہ فرقہ پرست پارٹی کا تو ذکر ہی کیا کیا جائے۔کیونکہ اس کی بنیاد ہی مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔سیکولر پارٹیاں مسلمانوں کو خوف وہراس میں رکھ کر اپنی حکومت برقرار رکھنا چاہتی ہیں اور ان سے ووٹ لینا چاہتی ہیں۔

مسلمانوں کی جان ومال خطرے میں ہے ان کی حفاظت کے لیے حکومت کی جانب سے ریپڈ ایکشن فورس (آر اے ایف) بنانے کی بات کہی گئی۔لیکن آج تک اس وعدے کو پورا نہیں کیا گیا۔آخر کب تک لالی پاپ کو ہتھیار بنایا جاسکتا ہے۔مسلمان آج بھی تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔اقتصادی طور پر بری طرح بدحال ہیں۔انھیں انتشار میں مبتلا کرنے اور بے وزن کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں۔آخر ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حکومتیں کوئی ایسے عملی اقدام کیوں نہیں اٹھا رہی ہیں جن سے مسلمانوں کے ان مسائل کا حل نظر آئے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ چاہے ریاستی حکومتیں ہو یا مرکزی حکومت اپنے آپ کو اتنا مجبور محض کیوں مانتی ہیں کہ بیوروکریسی کے ذریعہ پیدا کی جارہی تفریق اور تعصب کے خلاف کوئی اقدام کیوں نہیں کرتیں جبکہ مسلمانوں کے خلاف ہر میدان میں ناانصافی، تعصب اور تفریق پائی جارہی ہے۔مسلمان فطری طور پر عدالتی نظام کو حل کے طور پر دیکھ رہا ہے۔باوجود اس کے عدالتی نظام پر پورا یقین اور بھروسہ ہے لیکن مسلمانوں کے سلسلے میں عدالت کی جانب سے کم معاملات میں قدم اٹھاتے دیکھا جارہا ہے۔

اسی کے ساتھ خود مسلمانوں کے اپنے انتشار چاہے وہ فکری ہوں، عملی ہوں یا ذات برادری کے ہوں، بہت تشویشناک ہیں۔اس انتشار

میں مختلف قسم کی انا کام کر رہی ہے ۔یہ فکری، تنظیمی ،قدیم ہونے یا دانشور کہلانے یا بننے کی انا ہے ۔وہیں ملک کا میڈیا مسلمانوں کے خلاف اگر کچھ بات ہوتی ہےتو خاموشی طاری ہو جاتی ہے اور اگر مسلمانوں میں کوئی ایک بھی ایسا کردار ادا کرے جو نفی کے دائرے میں آتا ہےتو میڈیا کے لیے خوراک بن جاتی ہے ۔اردو میڈیا بھی کبھی کبھی مسلمانوں میں کمی کو تلاش کر لیتا ہے اور اسے اپنے اخبار کے ذریعہ نمایاں کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔

یہ عجیب بات ہے کہ حکومت مرکز کی ہو یا ریاستوں کی مسلمانوں کے تعلق سے اس نے مختلف کمیشن بنائے اور ان کمیشنوں نے اپنی رپورٹ حکومت کو سونپ دیں لیکن وہ رپورٹیں سورج کی روشنی کم ہی دیکھ پائیں اگر وہ روشنی دیکھ بھی لیتی ہیں تو عمل درآمد کے تعلق سے محض امید میں رہتا ہے ۔

ان رپورٹوں پر عمل نہ ہونے کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر مایوسی پیدا ہوتی جا رہی ہے خود حکومت اپنے بنائے کمیشن کی رپورٹ پر عمل نہیں کرتی ہے ۔ان کی جائز شکایتوں پر غور نہیں کیا جا رہا ہے ۔الیکشن کا ماحول بنتا ہےتو ایک طرف فسادات کی لہریں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں تو دوسری طرف کچھ سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو دلاسہ دیتی ہیں ۔اس طرح مسلمان چکی کے دو پاٹوں میں پستے جاتے ہیں ۔

یہاں مرکز کی کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت کی 2004 سے لیکر اب تک 9 سالہ کارکردگی کا ابھی حال میں جاری کردہ رپورٹ کارڈ کا ذکر کرنا غیر ضروری اور ناموزوں نہ ہوگا ۔اس دوران مختلف ایشوز کے تعلق سے اعداد و شمار کی روشنی میں باتیں کی گئی ہیں ۔تشدد اور دہشت گردی کے واقعات کے حوالے سے اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں نمایاں طور پر کمی آئی ہے ۔مثال کے طور پر یہ کہا گیا ہے کہ 2004 میں جموں وکشمیر میں تشدد و دہشت گردی کے 2565 واقعات ہوئے جو کہ 2012 میں کم ہو کر 220 پر آکر رک گئے ۔اس طرح نکسل متاثرہ علاقوں میں 2004 میں 1533 کے بمقابل 1412 واقعات کچھ کم ہوتے ہوتے دکھائے گئے ہیں ۔جہاں تک نارتھ ایسٹ کا معاملہ ہے وہاں بھی 9 سال قبل 1124 اس طرح کے واقعات رونما ہوئے تھے جبکہ گذشتہ برس یہ صرف 214 ہوئے ۔جہاں تک تشدد کے واقعات کے اعداد و شمار کا معاملہ ہے اس میں تعداد کے لحاظ سے کمی یقیناً محسوس ہوتی ہے مگر ہیئت ،نوعیت اور شدت کے لحاظ سے انھیں ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔یہ بات بذات خود کم حیرت ناک نہیں ہے کہ اس دوران وقوع پذیر 31 دہشت گردانہ حملے جن میں 850 افراد جاں بحق ہوئے کا اس رپورٹ کارڈ میں کوئی تذکرہ نہیں ہے ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس اہم مسودہ میں تشدد و دہشت گردی کے ان واقعات کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ کیا ان کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو پھر ان واقعات کو لیکر بے گناہ و معصوم مسلم نوجوانوں کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں ہیں ان کا بھی ذکر کرنا پڑتا ۔لیکن یہ ذکر کرتے وقت حکومت کو اپنی کارکردگی بتانے کا موقع تو ملتا کہ اس دوران بے قصور مسلم نوجوانوں کو بھلے برسہا برس قید و بند کی زندگی بغیر کسی قصور کے کیوں نہ گذارنا پڑا کی عدالتوں کے ذریعہ رہا کیے جانے کا کریڈٹ لیتی اور اس طرح جہاں ایک جانب گذشتہ 9 برسوں میں مسلم نوجوانوں کی گرفتاری کی صحیح تعداد آجاتی وہاں دوسری جانب قصور نہ ثابت ہونے پر رہا کیے گئے افراد کی فہرست بھی دیکھنے کو ملتی ۔یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ متعدد حقوق انسانی تنظیموں ،بعض سیاسی پارٹیوں اور مسلم تنظیموں بشمول آل انڈیا ملی کونسل کے مطالبہ کے باوجود گرفتار شدگان کے تعلق سے کسی جیوڈیشیل کمیشن کی تشکیل نہیں کی جا سکی اور مسلم نوجوانوں پر ظلم و ستم کا یہ سلسلہ جاری رہا ۔

اب تو صورتحال یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ اتر پردیش کے سابق آئی جی پولیس ایس آر دارا پوری کا سنسنی خیز انکشاف سامنے آیا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ جانچ ایجنسیوں کی قید میں اس وقت کئی مسلم نوجوان ہیں جو اپنے اپنے ضلع سے لاپتہ ہیں جن کی خبر ابھی تک ان کے اہل خانہ کو نہیں ہے کیونکہ جانچ ایجنسیوں نے ان کو اغوا کر کے اپنے خفیہ مقام پر رکھا ہےتا کہ وقت آنے پر ان کو کسی دھماکے میں شامل کر سکے ۔سابق پولیس افسر کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان لڑکوں کو خنزیر کھانے اور پیشاب پینے پر مجبور کیا جاتا ہے ۔پولیس افسروں کے اشارے پر ہی بے قصوروں کو

ناجائز طمنچہ وغیرہ دکھا کر جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔خالد مجاہد اور طارق قاسمی وغیرہ کو جس وقت گرفتار کیا گیا تھا ان کے پاس کچھ نہیں تھا اس کے عوض میں وکرم سنگھ نے ان لوگوں سے 5 لاکھ روپے کا مطالبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ دو لاکھ روپے دو چھوڑ دیا جائے گا اور تمہاری جگہ دوسرے کو پھنسایا جائے گا۔

علاوہ ازیں معروف صحافی اشیش کھیتان کے نیوز پورٹل غلیل ڈاٹ کام نے بھی 18 مئی کو پوسٹ کی گئی خصوصی رپورٹ میں اسی قسم کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس کی تحویل میں آدھے درجن سے زیادہ دہشت گرد مخالف ایجنسیوں کے اندرونی دستاویز آئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت جان بوجھ کر معصوم افراد کو پراسیکیوٹ (Prosecute) کر رہی ہے اور ان کی معصومیت و بے گناہی کے ثبوت کو کورٹ کے سامنے نہیں آنے دے رہی ہے۔اس نیوز پورٹل کے مطابق اس نے 7/11 ٹرین دھماکہ، پونے جرمن بیکری، دھماکہ، 2006 کے مالیگاؤں دھماکہ جیسے تین دہشت گرد معاملات کی تفتیش کرتے ہوئے پایا کہ 21 مسلمانوں کو ٹارچر اور حراساں کیا گیا اور مفروضہ و غلط ثبوت کی بنیاد پر ٹرائل کے لیے بھیجا گیا اور بعد میں جب انکی بے گناہی کے ناقابل تردید ثبوت ابھر کر سامنے آئے تو اسے کنارے لگا دیا گیا یا عدالتوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی نیز یہ خبر بھی آئی ہے کہ این اے آئی کی ویب سائٹ پر ابھی بھی 2006 میں مالیگاؤں دھماکے کے ملزمین میں سے 7 افراد کو گذشتہ برس ایک عدالت کے ذریعہ ضمانت پر رہا کرنے کے خبر ہنوز نہیں ڈالی گئی ہے، اور ان کے اسما مذکورہ ویب سائٹ کی چارج شیٹ شدہ افراد کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جبکہ این آئی اے اس ہفتہ کے شروع میں چارج شیٹ پر نظر ثانی کرتے ہوئے 2006 کے مالیگاؤں بم دھماکہ جس میں 30 افراد ہلاک ہوئے تھے ایک ہندو دہشت گرد گروپ سے تعلق رکھنے والے چار افراد کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے۔

ملک کے اندر پائی جانے والی یہ وہ صورتحال ہے جس سے ایک مخصوص کمیونٹی بالخصوص اس کے نوجوان اپنے آپ کو محفوظ نہیں پا رہے ہیں اور خوف و ہراس کی فضا میں رہ رہے ہیں۔اس غیر یقینی صورتحال کا ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ختم ہونا لازمی ہے یہ وہ بات ہے جس کی ضمانت خود ہمارے ملک کا آئین دیتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ملک کی سیاسی پارٹیاں اس معاملہ میں آگے بڑھ کر عملی دلچسپی لیں گی؟ محض انتخابات سے کچھ دن قبل کیے گئے وعدوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ اتر پردیش و دیگر ریاستوں میں اسمبلی انتخابات سے قبل کیے گئے وعدوں سے ثابت ہو چکا ہے۔سیاسی پارٹیوں کے لیے یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔انھیں یہ طے کرنا ہے کہ وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے تحفظ کے تعلق سے کتنا سنجیدہ ہیں اور کتنا آگے بڑھتی ہیں۔

(مضمون نگار آل انڈیا ملی کونسل کے سکریٹری جنرل ہیں)